امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ

جناب پروفیسر عبد المنان صاحب

نام و نسب | آپ کا اسم مبارک محمد تھا ۔ کنیت ابو عبد اللہ، لقب امام المحدثین ۔ آپ کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی اور ۲۵۶ھ میں وفات پا گئے ۔

سلسلۂ نسب یوں ہے :۔

محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی رحمۃ اللہ علیہ ۔حضرۃ الامام امیر المومنین فی الحدیث عجمی النسل تھے ۔ آپ نے جد امجد مغیرہ نے یمان جعفی حاکم بخارا کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا اور بخارا میں بود و باش اختیار کی ۔ اُس وقت کے دستور کے مطابق کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پہ مشرف بہ اسلام ہوتا تو اُس کے قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا جس کو نسبت ولاء کہتے ہیں حضرۃ الامام بھی جعفی کہلائے ۔ بالفاظ حافظ ابن حجرؒ ...... فنسب الیہ الجعفی نسبۃ ولاء ۔ آگے چل کر فرماتے ہیں ۔ وانما قیل لہ الجعفی لذلک ۔

امام بخاریؒ کے والد ابو الحسن اسمٰعیل بخارا کے جید علمائے کرام میں شمار ہوتے تھے اور بڑے پایہ کے محدث تھے ۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے ۔ انتہائی پاکیزہ نفس اور نہایت محتاط تھے ۔

احمد بن حفص بیان فرماتے ہیں کہ میں امام المحدثین کے والد محترم اسمٰعیل کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھا ۔ اُس وقت انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے حاصل کردہ مال سے ایک درہم کو بھی مشتبہ نہیں پاتا ۔

امام بخاریؒ میں جہاں دیگر لاتعداد فضائل و مفاخر پائے جاتے تھے ایک یہ فخر بھی آپ کے حصہ میں آیا۔ کہ باپ اور بیٹا دونوں محدث تھے اور صاحب فضل۔ اور یہ فخر بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے۔

ولادت جس خطہ ارض کو امام المحدثین کی ولادت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ خراسان کا مشہور شہر بخارا ہے۔ اور اسی نسبت سے آپ بخاری کہلاتے ہیں۔ بخارا علاقہ ماوراء النہر کے شہروں میں ایک قدیم بڑا وسیع اور شاندار شہر تھا۔ فتوحاتِ اسلامیہ سے قبل یہ شہر ملوکِ سامانیہ کا پایہ تخت تھا۔ کہتے ہیں کہ چھتیس میل کی وسعت میں اس کی شہر پناہ تھی۔ محمد بن اسمٰعیل جو کہ امام المحدثین، امیر المومنین فی الحدیث اور سید الفقہاء کے عظیم القابات سے ممتاز ہونے والے تھے، اور جن کے وجودِ باجود سے سننِ نبویہؐ نئی زندگی پانے والی تھیں۔ اسی خطہ بخارا سے بتاریخ ۱۳ ماہِ عید الفطر ۱۹۴ ہجری بعد از نمازِ جمعہ ماہِ عید کی طرح عالم نمود میں آئے۔ امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ اپنا سن ولادت میں نے اپنے والد کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا۔ مشہور فلاسفر بو علی سینا بھی [جس کو فلسفۂ یونان اور طب و منطق کا معلم ثانی کہا جاتا ہے] اسی سرزمین میں پیدا ہوا۔

طفولیت امام بخاریؒ ابھی کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد مکرم اس جہان کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر عالم باقی کو رحلت کر گئے اور آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ کے سر پر آپڑی اور اس نیک سیرت اور بلند ہمت خاتون نے اپنے اس ہونہار اور ذہین فرزند کی پرورش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

امام بخاریؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بچپن میں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ صاحب کرامات اور عبادت گزار تھیں۔ عجز و گریہ اور زاری و انکساری اور دعا و ابتہال ان کا خصوصی مشغلہ تھا۔ وہ آپ کی اس حالت پر مغموم اور اکثر آبدیدہ رہتی تھیں اور ہر نماز کے بعد آپ کی بینائی کے لئے رو رو کر دعائیں کرتی رہتی تھیں۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک رات آپ کی والدہ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے یہ خوش خبری دی کہ تمہاری عجز و انکساری، گریہ و زاری اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی آنکھیں درست کر دی ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ فَاَصْبَحْتُ وَقَدْ رَدَّ اللّٰهُ

عَلَيْهِ اَصْبَرَهٗ جس رات میں نے یہ خواب دیکھا، اسی صبح میرے بیٹے کی بصارت و بینائی عود کر آئی تھی۔ اور وہ بینا ہو گئے تھے۔ اور یہ بینائی اس درجہ قوت کی تھی کہ آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں چاندنی راتوں میں بیٹھ کر رجال کے متعلق تاریخِ کبیر کا عظیم مسودہ لکھا۔ جسے دیکھ کر امام اسحاق بن راہویہ مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھے اور عبداللہ بن طاہر خراسانی کے سامنے لے جا کر کہا۔ کیا تمہیں جادو نہ دکھاؤں؟

علمِ حدیث کا شوقِ فراواں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی مکتب ہی میں تھے کہ آپ کو حفظِ حدیث کا شوق فراواں ہوا۔ علامہ قسطلانیؒ نے کسی محدث کا یہ جملہ امام بخاریؒ کی تربیت کے متعلق نہایت جامع نقل کیا ہے۔

فَقَدْ رَبِّيَ فِي حِجْرِ الْعِلْمِ حَتّٰى رَبَا وَارْتَضَعَ ثَدْيَ الْفَضْلِ

فکان نظامہ علیٰ ھذا۔

آپ نے علم و فضل کی چھاتیوں سے غذا حاصل کی اور حکمت و عرفان کی گود میں پرورش پا کر نشو و نما حاصل کی۔ والدِ مکرم کا سایہ تو اس وقت سے سر سے اٹھ چکا تھا جب کہ امام بخاریؒ صغیر سنی میں تھے۔ اس لئے والدہ محترمہ ہی پرورش کی کفیل ہوئیں۔

جب آپ نے ہوش سنبھالا، تو میراث پوری کے طور پر حفظِ حدیث، فنونِ اسلامیہ کی تحصیل اور تحقیق و تنقیدِ حدیث کا شوق دل میں موجزن پایا۔ محمد بن ابی حاتم وراق فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے پوچھا کہ آپ کے دل میں جس وقت حفظِ حدیث کا شوق پیدا ہوا آپ کی عمر کتنی تھی؟ آپ نے فرمایا۔ عَشْرُ سِنِيْنَ اَوْ اَقَلَّ (دس سال یا اس سے بھی کم)

حافظہ آپ کا حافظہ اس غضب کا تھا کہ نوٹ کرنے کی چنداں ضرورت نہ رہتی۔ احادیث سنتے ہی ازبر ہو جاتیں۔ حاشد بن سہیل کہتے ہیں کہ ہم بصرہ میں مختلف شیوخ کی درسگاہوں میں جایا کرتے تھے لیکن امام بخاریؒ لکھتے نہیں تھے۔ ہم ہر روز ان سے کہتے میاں آپ بھی لکھا کریں۔ اور اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ آخر ایک دن ہمارے اصرار پر آپ نے تنگ آ کر کہا۔ "سناؤ تم نے کیا لکھا ہے"؟ سب ساتھیوں نے اپنے اپنے اجزاء نکال کر سنا دیے۔ تو پھر آپ نے زبانی ہماری کے علاوہ مزید پندرہ ہزار حدیثیں سنا دیں۔ بلکہ ہم نے اپنی تحریروں کو ان کی یاد سے

درست کیا۔[1]

علم الاسناد حفظِ حدیث کے علاوہ آپ کی زیادہ تر توجہ اسناد کی طرف تھی کیونکہ صحیح اور غیر صحیح احادیث پہچاننے کا دارومدار سند ہی پر تھا۔ ابتدائے تعلیم یعنی کم سنی میں آپ محدثین کے حلقہ درس میں شامل ہونے لگے اور پھر بڑے بڑے جہاندیدہ فنِ حدیث سے قوتِ ضبط اور حدیث دانی میں خراجِ تحسین حاصل کیا۔ چنانچہ علامہ داخلیؒ جو کہ اس وقت بخارا کے بڑے بلند پایہ محدث تھے اور ان کی درسگاہ شہرہ آفاق تھی اور حلقہ تلامذہ بہت وسیع تھا۔ ایک دن حسبِ معمول درس دے رہے تھے۔ امام بخاریؒ بھی حلقہ درس میں شامل تھے۔ علامہ داخلیؒ نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی۔ "سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم"

امام بخاریؒ نے مؤدبانہ عرض کیا۔ "ان ابا الزبیر لَمْ يَرْوِ عَنْ ابراھیم"

ابو الزبیر نے ابراہیم سے نہیں روایت کیا۔ جس سے حضرۃ الامام کا یہ مطلب تھا کہ آپ حدیث کی سند میں غلطی کرتے ہیں۔ علامہ داخلی چونک پڑے اور برہم ہو کر امام بخاریؒ کو بچہ سمجھ کر ڈانٹ پلا دی۔ تو امام بخاریؒ نے انتہائی متانت اور سنجیدگی سے عرض کیا۔ "اگر آپ کے پاس اصل ہو تو اس کی طرف مراجعت فرمائیے" چنانچہ علامہ داخلی گھر تشریف لے گئے اور اصل مسودہ کو ملاحظہ فرمایا۔ تو اپنی غلطی پر آگاہ ہو گئے۔ لیکن سند کی تصحیح تا حال باقی تھی۔ تو انصاف پسند محدث نے ارادہ انصاف یا یوں کہیے کہ امتحاناً سند کی تصحیح کا سوال امام بخاریؒ رحمۃ اللہ علیہ پر پیش کیا۔ اور آتے ہی فرماتے ہیں "كَيْفَ هُوَ يَا غُلَامُ"

برخوردار تو پھر صحیح سند کیسے ہے؟ امام المحدثین نے برجستہ عرض کیا۔ صحیح سند یوں ہے۔ "الزبیر بن عدی عن ابراھیم"۔

علامہ داخلی نے قلم اٹھا کر اپنی کتاب کی تصحیح کر لی۔ اور ندامت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ "تمہارا قول صحیح تھا اور غلطی میری تھی۔" کسی نے امام بخاریؒ سے دریافت کیا۔ بھلا جب آپ نے علامہ داخلی کی یہ غلطی نکالی اس وقت آپ کی عمر کیا تھی۔ فرمایا "گیارہ برس"۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲۔

آپ کی موجودگی میں تو بڑے بڑے اساتذہ درس دیتے ہوئے مرعوب ہو جایا کرتے تھے۔ وہ حدیث پڑھ کر ایک نظر امام بخاریؒ کی طرف دیکھ لیتے۔ مبادا کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ بلکہ امام بخاریؒ کے سامنے اپنے مسودات پیش کرتے کہ وہ ان کی تصحیح فرمادیں۔ چنانچہ محمد بن سلام بیکندی جو کہ امام بخاریؒ کے شیخ ہیں نے امام بخاریؒ سے کہا کہ میری کتاب کو دیکھو اور اس میں جو غلطی ہے اس کی تصحیح کر دو۔ تو کسی نے علامہ بیکندی سے از راہ حیرت پوچھا:

مَنْ هٰذَا الْفَتٰى؟ (یہ نوجوان کون ہے)

سائل کا مفہوم یہ تھا کہ آپ شیخ وقت اور امام فن ہونے کے باوصف ایک لڑکے سے فرما رہے ہیں کہ میری کتاب کو دیکھ کر اس کی اغلاط درست کر دو۔ تو علامہ موصوف نے جواب میں فرمایا:

هٰذَا الَّذِىْ لَيْسَ مِثْلُهٗ (اس کی کوئی نظیر نہیں ہے)

اور خود علامہ بیکندی فرمایا کرتے کہ جب محمد بن اسمٰعیل میرے حلقہ درس میں آتے ہیں تو مجھے حدیث بیان کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ اور میں خوف محسوس کرتا ہوں کہ کہیں محمد بن اسمٰعیل کے سامنے غلطی نہ کر جاؤں۔ علامہ حافظ ابن حجر نے علامہ بیکندی کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

"كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ تَحَيَّرْتُ وَلَا اَزَالُ خَائِفًا مِنْهُ يعنى اَنْ تَخْطُئَ بِحَضْرَتِهٖ"

تلاش حدیث اور شرف حج امام بخاریؒ نے سولہ سال کی عمر تک بخارا کے شیوخ اور محدثین سے تحصیل کیا اور وطن سے فارغ ہو کر آپ نے حجاز کا عزم فرمایا، جو علوم اسلامیہ کا مرکز اور اللہ کے رسول کا مسکن تھا۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کے کاتب ابن ابی حاتم وراق بیان فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی مصنفات کو ازبر کر لیا اور اہل رای کے کلام کو سمجھ چکا تو میں نے حجاز کا سفر کیا۔ میری عمر اس وقت سولہ سال کی تھی۔ سولہویں برس اپنی والدہ کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچے۔ آپ کے بڑے بھائی احمد بھی اس سفر میں ہم رکاب تھے۔ والدہ ماجدہ اور برادر اکبر نے تو بعد از حج بیت اللہ وطن کو مراجعت فرمائی لیکن امام صاحب نے مکہ معظمہ میں اقامت اختیار فرمائی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر علوم اسلامیہ کے شوق فراواں میں والدہ اور بھائی کی مفارقت خندہ پیشانی سے قبول کر لی اور تحصیل و تکمیل

کے لئے شیوخ مکہ کی درس گاہوں میں حاضری دینا شروع کی ۔ مکہ معظمہ کے ائمہ فن اور مرجع فلاحتن محدثین میں سے علامہ حمیدی، امام ابو الولید الارزقی اسمٰعیل بن سالم وغیرہم خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

البلد الامین کے بعد مدینۃ الرسولؐ کی طرف رخ کیا ۔ یُوشِکُ اَنْ یَضْرِبَ اَکْبَادُ الْاِبِلِ لوگ اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ کا رخ کریں گے ۔ الحدیث میں جس کی مرجعیت کا اشارہ کیا گیا ہے ، عمر عزیز کے اٹھارویں سال ۲۱۲ ہجری میں مدینہ پہنچے اور اس دار الہجرت میں اپنی بے مثل کتاب تاریخ کبیر کا مسودہ چاندنی راتوں میں رقم فرمایا۔

الغرض شوق تحصیلِ حدیث میں بصرہ اور بعد ازاں کوفہ کے لئے رختِ سفر باندھا اور پھر بغداد کا ۔ اور بغداد چونکہ خلافتِ عباسیہ کا دار الحکومت تھا ۔ حکومت کی قدر افزائیٔ علم نے بغداد کو علوم کا مرجع بنا دیا تھا ۔ دنیا کے اطراف و اکناف سے اہلِ کمال وہاں جمع ہو گئے تھے ۔ اس لئے بار ہا بغداد کا سفر اختیار فرمایا ۔ اور بغداد کے جلیل القدر ائمہ حدیث و شیوخ میں احمد بن حنبل، شریح بن نعمان، حجر بن عیسیٰ الصباغ وغیرہم خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں ۔ علامہ ابو علی غسانی تقیید المہمل میں ذکر فرماتے ہیں ۔ امام بخاریؒ آخری دفعہ بغداد سے رخصت ہونے لگے جو غالباً امام موصوف کا بغداد کے لئے آٹھواں سفر تھا اور امام احمد بن حنبلؒ سے بغرض الوداعی ملاقات گئے ۔ تو امام موصوف نے جذبات سے بھرپور دردناک لہجہ میں بڑی حیرت سے فرمایا:

"اتترک الناس والبصر والعلم وتصیر الی خراسان" اور پھر جب ابو طاہر حاکم بخارا نے امام بخاریؒ کو بخارا سے نکلوانے کی تدبیر کی تو امام بخاریؒ ، امام احمد بن حنبلؒ کے ان جذبات کو یاد کر کے انتہائی افسردہ ہو کر فرماتے تھے ۔ "الآن اذکر کلامہ"

وہ باتیں اور یادیں مجھے اب یاد آ رہی ہیں ۔

اس کے بعد شام ۔ مصر ۔ جزیرہ کی طرف حدیث کے لیے سفری صعوبتوں کا سامنا فرما کر وہاں کے محدثین سے استفادہ فرمایا۔

چنانچہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں ۔

و رحل البخاری الی محدثی الامصار وکتب بخراسان والجبال ومدن العراق کلها وبالحجاز والشام والمصر وورد بغداد دفعات .

یعنی امام بخاریؒ نے ان تمام شہروں کے محدثین کی طرف سفر کیا۔ اور خراسان اور رجال خراسان اور عراق کے تمام علاقوں اور حجاز، شام اور مصر میں حدیثیں لکھیں اور بغداد میں تو بارہا گئے۔

جعفر بن محمد ——— فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا۔

"کتبت عن الف شیخ عن العلماء زیادۃ ولیس عندی حدیث الا اذکر اسنادہ۔

ایک ہزار سے زائد شیوخ محدثین سے حدیثیں لکھیں۔ اور سب کی سب اسانید کے ساتھ لکھیں۔ الغرض آپ تحصیلِ حدیث کے سلسلہ میں شہر شہر گھومے اور بمصداق شعر۔

یوماً بجذویٰ و یوماً بالعقیق
وبالعذیبِ یوماً ویوماً بالخلیصاء

خدمت علم حدیث کے لئے اپنی جان اور مال کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی۔

شکر اللہ مساعیہ۔

الامام کے شیوخ کی رائیں استاد کی رائے اپنے شاگرد کی نسبت جیسے صحیح اور معتبر ہوتی ہے دوسرے لوگوں کی نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ استاد، شاگرد کی فہم و فراست، محنت و شوق، طباعی اور ذہانت سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ کے شیوخ کی رائیں ان کے متعلق جو ہیں ان سے ان کی ذہانت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسمٰعیل بن ابی اویس۔ امام بخاریؒ اور امام مسلم کے شیخ ہیں۔ اور امام مالک کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری جب ان کے مسودات سے صحیح احادیث کا انتخاب کرتے تو وہ خود بھی ان منتخب شدہ احادیث کو لکھ لیتے اور فخریہ بیان کرتے کہ یہ احادیث محمد بن اسمٰعیل کی منتخب کردہ ہیں۔

ایک روز انہوں نے امام بخاریؒ سے فرمایا۔ "تم میری ساری کتابوں کو دیکھ لو اور جس قدر مال و دولت میرے پاس ہے وہ تم لے لو، اور میں تاحیات ممنون رہوں گا۔

ایک دن محدثین نے جمع ہو کر امام بخاری سے کہا۔ "کہ آپ شیخ (اسمٰعیل بن ابی اویس) سے سفارش کیجئے کہ آج کچھ حدیث کا درس بڑھادیں"۔ امام بخاری نے سفارش کی، تو شیخ اسمٰعیل نے اس حد تک سفارش کی قدر کی کہ لونڈی کو بلایا اور حکم دیا کہ اشرفیوں کی ایک تھیلی لے آؤ۔ اشرفیوں کی تھیلی لائی گئی تو امام بخاری سے کہا کہ اسے تقسیم کردو۔ امام بخاری نے عرض کیا کہ میں نے تو درس میں اضافہ کی درخواست کی تھی۔ نہ کہ

اس کے لئے۔

شیخ اسمٰعیل نے فرمایا۔ "کہ آپ کی سفارش منظور ہے یہ اُس پر اضافہ ہے"۔

عبدان بن عثمان مروزی کہتے ہیں "میں نے اپنی ان دونوں آنکھوں سے کوئی جوان ان سے زیادہ حدیث کا جاننے والا اور صاحب بصیرت نہیں دیکھا اور اشارہ کیا امام بخاری کی طرف۔

امام ابو عاصم نبیل جن کی شاگردی پر بڑے بڑے اہل کمال کو ناز تھا۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں امام بخاری بھی حاضر تھے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔

هٰذَا الغلامُ یَنَاطِحُ الکباش (یہ لڑکا بڑے علماء پر فائق ہے)

منذر بن سعید۔ جو امام مالک، لیث اور اسمٰعیل بن جعفر کے شاگرد ہیں۔ اور امام مسلم، امام ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کے شیخ ہیں۔ اور امام حمیدی اور امام احمد ان کے ساتھیوں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ "کہ میں محدثین، فضلا، عباد اور زہاد کی خدمت میں مدتوں رہا اور ان سے خوشہ چینی کی، لیکن جب سے ہوش سنبھالا ہے، محمد بن اسمٰعیل جیسا جامع کمالات نہیں دیکھا۔ امام بخاریؒ فہم و فراست، عقل و دانش اور حق گوئی و بے باکی کے اعتبار سے ایسے ہی تھے جیسے صحابہ میں حضرت عمرؓ۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ خراسان کی سرزمین نے امام بخاریؒ جیسا کسی کو پیدا نہیں کیا، اور امام احمد کے صاحبزادے نے اپنے والد سے حفاظِ حدیث کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے سب سے پہلے امام المحدثین کا نام لیا۔

فتح بن نوح نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ علی بن المدینی کی درس گاہ میں موجود تھا امام المحدثین اُن کی دائیں جانب بیٹھے تھے۔ جب علی بن المدینی کوئی حدیث بیان کرتے۔ تو مرعوب ہو کر امام المحدثین کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیتے کہ کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی۔ اور علی بن المدینی کے متعلق امام بخاری خود فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کسی ذی علم کے پاس علی بن المدینی کے بغیر اپنے آپ کو کمتر نہیں جانا، کیونکہ وہ بڑے صاحبِ کمال تھے۔ اور جب اس بات کا ذکر علی بن المدینی سے کیا گیا تو وہ فرمانے لگے۔

"دَعُوا قولَهُ فَاِنَّهُ مَا رَاٰی مِثْلَهُ۔

(ان کی بات نہ کرو، اس لئے کہ ان کی کوئی نظیر نہیں ہے)

ابو بکر مدینی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن اسحاق بن راہویہ کی مجلسِ درس میں تھے، وہ ایک

حدیث پر پہنچے جس کی سند میں ایک صحابی کے شاگرد عطا کنجارانی تھے۔ اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "ایش ھی (ای شئ ھی) امام بخاری نے فرمایا، کنجاران یمن کا ایک گاؤں ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک صحابی کو یمن بھیجا تھا۔ اس وقت عطا کنجارانی نے یہ حدیث ان سے روایت کی تھی۔ تو اسحاق بن راہویہ نے اس تحقیق کو سن کر فرمایا، آپ نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، گویا کہ آپ اس وقت وہاں موجود تھے۔

حفظ وضبط

امام المحدثین حضرت محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ دارالحکومت بغداد تشریف لے گئے جو کہ علمی ترقی کے اوج پر تھا اور اربابِ کمال متکلمین، محدثین، فقہا، فضلاء اطراف عالم سے سمٹ کر بغداد میں جمع ہو گئے تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف فضلاء اطبا کی تعداد نو سو (۹۰۰) تھی۔ بقول مسلم بن ابراہیم "میں نے آٹھ سو (۸۰۰) شیوخ سے فنِ حدیث حاصل کیا اور پل کو عبور نہیں کیا" یعنی ایک ہی شہر بغداد میں آٹھ سو اساتذہ حدیث ان کو ایسے مل گئے جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے۔

تمام دارالخلافہ کے محدثین نے بالاتفاق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کمال فی الحدیث، حفظ، ذکاوت اور مبصریت فی الحدیث کے امتحان کے لئے ایک تدبیر بنائی۔ طے یہ پایا کہ سو حدیثوں کے متون اور اسانید کو الٹ پلٹ کر دس دس حدیثیں دس آدمیوں کو بانٹ دیں۔ اور یہ کہ امام بخاری کی مجلس میں جا کر ہر ایک آدمی ان سے باری باری یہ حدیثیں پوچھے اور پھر دیکھئے آپ کا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے چنانچہ وقت مقررہ پر خلقت اُمڈ پڑی۔ جب مجلس جم گئی اور بہت سے لوگ بغداد اور خراسان کے حاضر تھے۔ تو ان دس آدمیوں میں سے ایک اُٹھا اور اس نے ان دس حدیثوں میں سے ایک حدیث سنائی۔ امام بخاری نے کہا: لا ادری (میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا) پھر اس نے دوسری حدیث پوچھی۔ امام بخاری نے کہا: لا ادری (میں نہیں پہچانتا) حتیٰ کہ دسوں آدمیوں نے سو احادیث پڑھ دیں اور آپ کا جواب وہی رہا۔ "لا ادری" اب جو علماء تھے وہ تو تاڑ گئے کہ یہ شخص سمجھ دار ہے اور جو نادان تھے وہ امام بخاری کو کم علم سمجھے۔ اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ پہلی حدیث جو تو نے پڑھی وہ اس طرح ٹھیک ہے اور دوسری اس طرح اور تیسری اس طرح حتیٰ کہ اس کی دسوں حدیثوں کو اسی ترتیب کے ساتھ صحیح اسناد اور صحیح متن کے ساتھ پڑھ کر سنایا۔ پھر آپ دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور پھر تیسرے کی طرف۔ اور دسوں سے اسی طرح بیان کیا۔

اسی طرح جب امام بخاری نے علی الترتیب سو کی سو احادیث کو اصل اسناد اور متن کے ساتھ ملا کر سنا دیا تو اہلِ علم دنگ رہ گئے اور سب لوگوں نے ان کے حافظہ اور فضیلت کا اقرار کیا۔ اور زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ آپ نے ان کی قائم کردہ ترتیب بھی قائم رکھی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس نقل سے امام بخاریؒ کا حافظہ معلوم ہوتا ہے۔ اوّل تو غلط حدیثوں اور سندوں کو صحیح کرنا دوسرے بہ ترتیب پھر سو حدیثوں کا بیان کرنا دونوں سخت مشکل ہیں۔ حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان حدیثوں کو ایک ہی بار سنا تھا۔

ابوالازہر بیان کرتے ہیں کہ سمرقند میں چار سو محدث تھے۔ سب کے سب جمع ہوئے امام بخاری کو مغالطے دیتے ہوئے ۹ روز تک ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ شام کی اسناد عراق کی اسناد میں ملا دیں اور عراق کی حرم میں اور حرم کی یمن میں باوجود اس کے ایک غلطی بھی امام بخاری سے سند و متن میں نہ کرا سکے۔

ابوبکر کلوذانی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جیسی کوئی شخصیت نہیں دیکھی۔ جس کتاب کو اٹھا کر ایک نظر دیکھتے یاد فرما لیتے۔

(باقی)

(بقیہ تعزیراتِ اسلام)

قتل مقتول کے اولیاء کے ہلاک ہونے کا سبب ہو گیا، اس طرح کہ اولیاء بدلہ لینے کے درپے ہوں گے اور قاتل اپنے نفس سے دفاع کرے گا۔ اس طریقہ سے دو قبیلوں کے درمیان جنگ ناگزیر ہو گی۔ لہٰذا جب قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا تو اس سے لڑائی کی آگ بجھ جائے گی۔ اور اولیاءِ مقتول کے قتل ہونے کا سبب رفع ہو جائے گا۔ اور ارتفاع سبب سے مسبب یعنی اولیاء کا قتل ہو جانا بھی مرتفع ہو گا۔ یعنی اولیاءِ مقتول میں سے ہر فرد کو قصاص لینے کی وجہ سے زندگی عطا ہو گی، گویا قاتل نے اولیاءِ مقتول کے قتل ہونے کے سبب کو ختم کر کے ان میں سے ہر ایک فرد کی زندگی کو بچا لیا۔ لہٰذا یہ جبر اسی طرح کا نقصان ہو گیا جس طرح کہ ایک کے بدلے میں ایک کو قصاص میں قتل کرنے سے یا جماعت کو ایک کے بدلے میں قتل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔[1]

(باقی)

---

[1] البدائع۔ جلد ۷ ص ۲۹۳۔